ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۰ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ فی پرچہ ۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

انتظار حسین اسعد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جنازہ کو جلد لے کر جاؤ، سو اگر وہ نیک اور صالح (کا جنازہ) ہے تو وہ بھلائی ہے پہنچاؤ اس کو اس کی طرف اور اگر وہ جنازہ اس کے علاوہ ہے تو وہ برائی ہے اس کو تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت جنازہ تیار کر دیا جاتا ہے پھر اس کو آدمی اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں سو اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہے تو کہتا ہے کہ مجھ کو میری منزل کی طرف جلد لے چلو اور اگر وہ بدکار ہوتا ہے تو کہتا ہے اپنے لوگوں سے، ہائے ہلاکت و بربادی! علاوہ انسان کے ہر ایک چیز اس کی آواز سنتی ہے اور اگر انسان اس آواز کو سن لے تو یقیناً وہ بے ہوش ہو جاتے۔

فائدہ: جس وقت جنازہ کو دفن کرنے کے لئے لے کر چلیں تو ذرا سرعت اور تیزی کے ساتھ چلنا چاہئے۔ البتہ دوڑنا ٹھیک نہیں بلکہ محتاط چال سے ذرا قدم اٹھا کر چلیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں سرعت سے یہی مراد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا مومن کی روح قرض کے سبب معلّق رہتی ہے (جنّت کے داخلہ سے) یہاں تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو جائے (ترمذی شریف)

حضرت حصین بن وحوح رضؓ بیان کرتے ہیں کہ طلحہ بن ابرا بن عازبؓ بیمار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں طلحہؓ کے متعلق نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ ان کی موت کا وقت قریب آ گیا سو تم مجھ کو ان کی موت کا علم کرا دینا۔ (یعنی جب فوت ہو جائیں تو مجھے اطلاع کرنا) اور اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی لاش کے لئے یہ چیز زیبا نہیں ہے کہ اس کو اس کے گھر والوں کے پاس روکے رکھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے سلسلہ میں بقیع الغرقد کے اندر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپؐ بھی بیٹھ گئے۔ اس وقت آپؐ کے پاس جو دستی نوکدار تھی۔ آپؐ نے سر نیچے جھکا لیا اور لکڑی سے زمین کریدنی شروع کی۔ پھر فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ اس کا ٹھکانا دوزخ یا جنّت میں سے لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پھر کیوں نہ ہم اپنے لکھے پر بے فکرے ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ عمل کئے جاؤ۔ کیونکہ ہر ایک کے لئے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔ اور پھر بقیہ حدیث بیان کی۔

(بخاری۔ مسلم)

نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۱۱

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

بدل اشتراک
فی کاپی: -/۲ روپے
پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

قرآن و سنّت کی تعبیر و تشریح

— اور —

اربابِ اقتدار

روزنامہ جنگ لاہور ۴ ستمبر ۸۴ء کے مطابق وفاقی محکمہ اطلاعات کے سیکرٹری جناب لیفٹیننٹ جنرل مجیب الرحمٰن نے بی۔ بی۔ سی لندن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ "قرآن و سنّت کی تعبیر و تشریح کے بارے میں حکومت کی رائے کو حتمی قرار دینا چاہئے کیونکہ اس کے پاس تحقیق کے وسائل زیادہ ہوتے ہیں" —— یہ نقطۂ نظر جس کی وکالت وفاقی سیکرٹری اطلاعات کر رہے ہیں کوئی نیا نہیں۔ بلکہ ایک عرصہ سے تجدّد پسند طبقے بالخصوص منکر حدیث اسے شد و مد کے ساتھ پیش کر رہے ہیں اور منکرِ حدیث کے سرخیل چودھری غلام احمد پرویز تو یہاں تک کہہ چکے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راہنمائی حاصل کرنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد بھی "مرکزِ ملت" ہے۔

اصل قصّہ یہ ہے کہ عالمِ اسلام میں استعماری قوتوں کے آنے کے بعد ان کی دولت و اقتدار کی چکا چوند اور ظاہری ٹیپ ٹاپ سے مرعوب ہونے والے اذہان جب اپنے ماحول اور گرد و پیش کے دباؤ کی وجہ سے اسلامی تعلیمات و احکام سے کھلم کھلا انکار کی جرأت نہ کر سکے تو انہوں نے انکار کی بجائے تاویل و

ناشر: مولانا عبید اللہ انور • مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور • مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

تعبیر کے نام سے اسلام کے مسلّمہ احکام و مسائل کو من مانے معنی پہنانے اور خود ساختہ مزعومات کو اسلام کے نام پر پیش کرنے کی روش اپنائی ہوئی ہے۔ قصاص و دیت، عورت کی شہادت، عائلی قوانین اور دیگر معاملات میں قومی پریس میں کچھ عرصہ سے جو بحث جاری ہے اس کا پس منظر یہی ہے۔ اور آپ اخبارات میں روزانہ اس نوع کے مضامین دیکھتے ہیں جن میں اجتہاد، تاویل اور تعبیر کے حق کے نام سے سارا زور اس بات پر صرف کیا جاتا ہے کہ قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے ان مسلمہ اصولوں اور طریق کار کو توڑا جائے جو گذشتہ چودہ صدیوں سے اہلِ علم کے ہاں تسلیم شدہ چلے آتے ہیں اور جن کی موجودگی میں کسی نئی تعبیر و تشریح کو دین میں گھسیڑنے کی راہ نہیں ملتی۔ ظاہر بات ہے کہ قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے لئے قرآن و سنّت اور ان سے متعلقہ علوم پر عبور اور مہارت ضروری ہے اور دنیا کے کسی بھی علم اور فن میں اس کے ماہرین کے سوا کسی اور کی رائے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دینی احکام و مسائل میں دینی علوم کی مہارت کی شرط کو ملّا کی اجارہ داری قرار دے کر اس کی نفی اور اسے توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور ہر کس و ناکس کو دین کے معاملہ میں رائے کا حق دے کر بازیچۂ اطفال بنایا جا رہا ہے۔

قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے اصول اور استحقاق طے شدہ امور میں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن پاک کی تفسیر اور اجتہاد کے لئے ایک درجن سے زائد علوم میں مہارت کو شرط قرار دیا ہے۔ تعبیر و تشریح کے ان اصولوں سے انحراف اور اہل علم و اجتہاد کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس میں دخل اندازی کا موقع دینا گمراہی ہے اور گمراہی کے اس راستے سے ہی فتنوں کا آغاز ہوتا ہے۔

موجودہ حکومت ملک میں اسلامی احکام و قوانین کے نفاذ کی دعویدار ہے اور ظاہری طور پر حکومت نے اہم معاملات میں تجدد پسندوں اور ملحدین کی بجائے راسخ العقیدہ مسلمانوں اور اہلِ علم و اجتہاد کی رائے کو اختیار کرنے کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے جس کا مظاہرہ عملی طور پر بعض معاملات میں ہوا ہے لیکن حکومتی حلقہ کے ایک ذمہ دار فرد کی طرف سے تجدد پسندوں اور منکرینِ حدیث کے مؤقف کی نمائندگی انتہائی افسوسناک بات ہے۔

"اجتہاد و تعبیر کی بنیاد وسائل نہیں ہے کہ ان کی فراوانی ارباب اقتدار کو تعبیر و تشریح کے استحقاق سے بہرہ ور کر دے بلکہ اس کا تعلق اہلیت و استعداد اور صلاحیت سے ہے اور یہ امور سالہا سال کی محنت و مشقت اور متعلقہ علوم کے ساتھ سے پیدا ہوتے ہیں اور اہل علم و اجتہاد کے ساتھ تعبیر و تشریح کے حق میں ارباب اقتدار کو محض وسائل کی فراوانی کے باعث شامل کر دینے سے اجتہاد اور تعبیر و تشریح کے نام سے جو فکری انارکی پیدا ہوگی اس کے نتائج سے آنکھیں بند کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ اس لئے ہم وفاقی سیکرٹری اطلاعات کے مذکورہ بالا بیان کو گمراہ کن قرار دیتے ہوئے اس پر شدید احتجاج کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس ضمن میں اپنی پوزیشن واضح کرے۔

۱۵-۹-۸۴

خط و کتابت

کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی توحید کا اعلان کیا

تو

قوم و خاندان سب دشمن ہو گئے

اُسوۂ ابراہیمی یہ ہے کہ

دین کی راہ میں بڑی سے بڑی مصیبت کو اللہ کا انعام سمجھ کر قبول کر لو

جو لوگ

اللہ کے حکم پر جانور ذبح نہیں کر سکتے ضرورت پڑنے پر اپنی جان کیسے دیں گے



○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبیداللہ انور مدظلہم ○

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ: بے شک لوگوں کے لئے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا یہی ہے جو مکّہ میں برکت والا ہے اور کُل جہان کے لوگوں کے لئے راہ نما ہے"۔

حضرات گرامی! اللہ تعالےٰ کا اپنے بندوں پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کو ہدایت دینے اور انہیں اپنی ناراضگی اور اس کی وجہ سے عذاب جہنم سے بچانے کے لئے دنیا میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان کے پاس اپنی وحی بھیجی اور کتابیں نازل کیں اور آخر میں ہمارے نبی سیّد الانبیاء حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کامل اور ہدایت و نعمت دے کر دنیا میں بھیجا۔ اور جس شہر مکّہ میں آپؐ کو پیدا کیا یہ وہی شہر مقدّس اور مرکزِ تجلیاتِ الٰہی تھا۔ جس میں حضرت آدمؑ سے اپنا گھر کعبۃ اللہ تعمیر کروایا تھا۔ خانہ کعبہ نسل انسانی کی ابتدائے آفرینش سے خدا پرستوں کی مرکزی سجدہ گاہ اور اہل ایمان کے لئے عقیدتوں اور انابتوں کا مرجع ہے۔ بیت المقدس کی تعمیر کے بعد اگرچہ بنی اسرائیل کے لئے بیت المقدس کو عبادت و پرستش کا مرکز قرار دیا گیا لیکن تمام انبیاء علیہم السلام کعبۃ اللہ کو مقدس و متبرک ضرور سمجھتے رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں جب لوگوں کے مسلسل انکار و کفر کے باعث عالمگیر عذاب رونما ہوا اور پوری سطح ارضی سیلاب کے پانی میں چھپ گئی زمین سے متعلق کوئی شے پانی سے باہر نظر نہ آتی تھی ممکن ہے کوہ ہمالیہ جیسے بلند و بالا پہاڑوں کی برف پوش چوٹیاں جہاں اس دور میں انسانی وجود کا پہنچنا ہی ناممکن تھا پانی میں ڈوبنے سے بچ گئی ہوں۔ جیسا کہ ظاہر ہے حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری مگر [illegible] اس وقت جب سیلاب کا پانی نیچے اترنا شروع ہوا پہلے نہیں۔ یہ پہاڑ بھی جو ترکی میں

واقع ہے سمندر کی سطح سے چودہ ہزار فٹ بلند ہے۔ طوفان نوحؑ میں وہی افراد، اشیاء اور جانور باقی رہ سکے جو حضرت نوحؑ کی کشتی میں تھے۔ یہ کشتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنائی گئی، اسی کے حکم سے چلی۔ اسی کی رحمت سے ایسے سرکش طوفان میں محفوظ رہی اور اللہ ہی کے حکم سے محفوظ و مستحکم مقام پر آکر رکی تھی۔ قرآن نے بتایا کہ حضرت نوحؑ نے پڑھا:

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

اللہ کے نام سے یہ تیرنا شروع کر رہی ہے، اسی کے حکم سے رکے گی، بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

حفاظت سلامتی اور بقا صرف اللہ کے پاس ہے جو اللہ کا نہ بنے وہ نہیں بچ سکتا خواہ پیغمبر کا بیٹا کیوں نہ ہو۔ حضرت نوحؑ چاہتے تھے کہ ان کا لختِ جگر عذابِ الٰہی کا شکار نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرا نہیں تیرا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضرت نوحؑ کی آنکھوں کے سامنے ان کا بیٹا ڈوب گیا۔ آج حسب نسب کے سہارے نجات و فضیلت کا توہمانہ عقیدہ رکھنے والے مسلمان اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور یقین کریں کہ محض بزرگوں کی اولاد ہونا کام نہ آئے گا۔

بیت اللہ شریف کی دیواریں بھی اس طوفان میں منہدم ہو گئیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے اپنا یہ گھر دوبارہ تعمیر کروایا حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے خلیل تھے اور ہمارے نبیؐ، اللہ کے حبیب تھے۔ حبیب اور خلیل دوست کو کہتے ہیں لیکن حبیب کا معنیٰ ہے محبوب ترین دوست۔ حضرت ابراہیمؑ عراق میں پیدا ہوئے۔ حضرت نوحؑ کا مسکن بھی عراق معلوم ہوتا ہے۔ جامع کوفہ کے صحن میں ایک کنویں کے آثار موجود ہیں جس کے متعلق مشہور ہے کہ وَفَارَ التَّنُّوْرُ جس جگہ کے متعلق قرآن نے بیان کیا ہے وہ یہ جگہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے شرک کدۂ عالم میں تن تنہا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام عام کرنے کی جد و جہد کا آغاز کیا تو خاندان اور پوری قوم درپے آزار ہو گئی حتیٰ کہ اٹھا کر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیے گئے فرشتے نے آکر پوچھا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تمہاری مدد کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ بچانا چاہے گا تو وہ خود بچا لے گا اور اگر وہ جلانا چاہے تو اس کے دین اور اس کی رضا کی خاطر جلنے کو بھی تیار ہوں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یہ ہے اسوۂ ابراہیمی کہ خدا کی راہ میں اس کے دین کے لئے جد و جہد کرو اور بڑی سے بڑی پریشانی اور مصیبت کو اللہ کی مرضی اور اس کا انعام سمجھ کر خندہ پیشانی سے قبول کرو۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا ایمان ایسا ہی تھا اس لئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے) یعنی جیسے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و اعمال سے راضی ہو گئے ایسے ہی وہ اپنے رب کے ہر فیصلے اور حکم پر دل و جان سے راضی ہو گئے خواہ انہیں دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا یا سُولی پر چڑھا کر نیزوں اور تیروں سے ان کا جسم چھلنی کر دیا گیا انہوں نے اُف تک نہ کہا۔ کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ اگر کچھ کہا تو حضرت خبیبؓ کی طرح یہی کہا کہ جب میں دین کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میں کیسے قتل کیا جاتا ہوں۔ رنگ برنگے کپڑے پہننے، عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں چلنے، اپنی کرامتیں بیان کرنے اور دین کے نام پر

سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر دنیا سمیٹنے کا نام دین اور عشقِ رسولؐ نہیں ہے۔ دین نام ہے اللہ کی راہ میں اپنا جان و مال لٹا دینے اور اللہ اور رسولؐ کے حکم کے سامنے اپنا آپ مٹا دینے کا ؎

ترکِ مال و ترکِ جان و ترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل است

اعمالِ عشق کے بغیر دعویٰ عشقِ الٰہی جہنم رساں فراڈ ہے جو شخص مسلمانوں کو حضورؐ کی سنت اور اللہ کے دین کے خلاف افعال و اعمال کی تعلیم دے اور بتائے کہ دین یہ ہے۔ اس کی بدبختی اور دنیا پرستی کی انتہا نہ پوچھو وہ کتنا بھی تقدس مآب کیوں نہ ہو خود بھی جہنم کا ایندھن بنے گا، اپنے پیروکاروں کو بھی دوزخ میں لے جائے گا۔ اللہ کی رحمت و بخشش کا وعدہ اس کے دین اور نبی کریمؐ کی تعلیمات کو مسخ کرنے والوں کے لئے نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی اولاد میں آنے والی نسلوں کے بارے میں رحمت و برکت اور بخشش کے بارے میں سوال کیا وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (اور اے اللہ! میری اولاد!) تو ارشاد ہوا لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (یہ ہدایت امامت عطا کرنے کا وعدہ ان کے لئے نہیں جو ظالم ہیں) جو لوگ اپنی خواہشات کو دین کے لئے ترک نہیں کرتے اپنے عمل و کردار کو دین و شریعت کے سانچہ میں نہیں ڈھالتے بلکہ دین کو دولت اور جھوٹی جاہ و منزلت کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ اہل اللہ اور اہل حق کے وارث نہیں ہو سکتے خواہ وہ ان کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ قاسم العلوم کی عمارت کے دروازے پر پتھر پر لکھوا کر لگایا ہوا ہے جس کو آج بھی آپ ابھی دیکھ سکتے ہیں۔ کہ اگر میری اولاد دین حق کی راہ کو چھوڑ دے تو ان کا اس دینی درسگاہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ دنیاوی مال و اسباب رشتۂ نسب سے وراثت مل سکتا ہے مگر ہدایت اور بخشش عمل و ایمان کے بغیر وراثت نہیں ملتی۔

حضرت ابراہیمؑ کا اسوۂ ایثار و قربانی ہے۔ انہوں نے اپنے رب کے حکم پر بیٹے اور بیوی کو جنگل بیابان میں چھوڑا، بیٹا جب جوان ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کے لئے بیٹے کو ذبح کرتے وقت آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ شفقت پدری حکم الٰہی کی تعمیل کرنے میں رکاوٹ نہ ڈالے اور بیٹے نے بھی سر زمین پر رکھ دیا اور کہا جب اللہ کا حکم ہے تو بلا جھجک پورا کریں مجھے آپ انشاء اللہ تعالیٰ صبر کرنے والے صاحب استقلال لوگوں میں سے پائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کا حکم پورا کیا۔ بیٹے کو ذبح کر دیا۔ مگر جب پٹی کھول کر دیکھا تو مینڈھا ذبح ہوا پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی قربانی کو قبول فرمایا اور اس کے بدلے میں مینڈھا ذبح کروا دیا اور حکم دیا کہ آئندہ جو ابراہیمؑ کو ماننے والے ہیں۔ جانوروں کی قربانی ہمارے خلیل ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے ایثار و قربانی کی یاد ہر سال تازہ کریں تاکہ اگر انہیں اللہ کی راہ میں اپنی جان پیش کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی دریغ نہ کریں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عید قربان کے موقعہ پر لاکھوں جانور ضائع ہو جاتے ہیں اس کے بدل میں اتنی رقم سے کوئی اور کام کر لینا زیادہ مناسب ہے ان لوگوں کے ابھی تک لب بام محو تماشا ہے انہیں کیا معلوم کہ آتش نمرود عشق کے بے خطر کود پڑنے ہی میں ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کی خلعت فاخرہ پہنائی تھی۔

عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پھرنے والوں کو کیا یہ نہیں معلوم کہ دنیا میں کسی چیز کا بدل تو مانا جاتا ہے لیکن بدل کا بدل تسلیم نہیں کیا جاتا۔ جانوروں کی قربانی بدل ہے انسانوں جانوں کی قربانی کا، اسمٰعیلؑ کی قربانی کا، اس کا بدل اور کوئی اللہ کے ہاں قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور یقین کریں کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے حکم اور اس کے نبیوں کی سنّت کی تعلیم میں کسی بکرے اور گائے کو ذبح کرنے میں شرح صدر نہیں رکھتے اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر محض گوشت خوری یا لوگوں کو دکھانے کے لئے قربانی کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان یا روس خدانخواستہ پاکستان پر حملہ کر دیں تو یہ لوگ قوم اور ملک کے لئے اپنی جانیں کی قربانی کیونکر پیش کریں گے۔ پاکستان نظریاتی ملک ہے۔ اس کا نظریہ اسلام ہے اس لئے اسلامی احکام کے متعلق اپنے دل میں نفاق کا روگ رکھنے والے محب وطن پاکستانی نہیں ہو سکتے۔ اسوۂ ابراہیمی کا سبق یہ ہے کہ اپنے اندر سے نفاق ختم کرو اخلاص پیدا کرو۔ بے عملی اور خوف کی راہیں چھوڑ کر اعتماد و یقین سے اور جہاد و اتحاد کی راہ پر گامزن ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ اور مخلصانہ اعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین

بقیہ : مولانا عبیداللہ سندھی

کرنے کا پیغام دنیا میں عام کرنے کے لئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو مسلسل چوبیس سال تک اپنے وطن سے باہر رہنا پڑا، بارہ سال تک انہوں نے قرآن وسنت کے انقلابی اور نجات آفریں علوم کی اشاعت مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر کی۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے مزید کہا کہ اسلامی افغانستان کو آج جس لادینی فلسفہ انقلاب کی ماسکو میں بھڑکنے والی آگ کو معمولی نہ سمجھو۔ وہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے کی فکر میں ہے۔ اگر تم نے خود اپنے دین اور اپنی تاریخ کی روشنی میں اپنا قرآنی انقلاب پیدا نہ کیا تو یہ لادینی فلسفۂ انقلاب مسلم ملکوں پر مسلط ہو جائے گا۔ اور وہ ہماری تہذیب ہمارے کلچر اور ہماری اخلاقی و دینی اقدار کو مٹا کر ہمیں غیروں کا ذہنی، فکری غلام بنا دے گا۔ اگر دنیا میں عزّت کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہو تو حضور خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق اللہ کی توحید پر عملاً ایمان لاؤ اور اللہ کے احکام کے مطابق عدل ومساوات کا معاشرہ قائم کرو۔

مولانا انصاری نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ ملک کی تعمیرو ترقی، پاکستان کے استحکام کی جدو جہد میں نمایاں کردار ادا کرنے کے لئے امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسے روشن فکر اور متحرک عمل اسلامی مفکرین اور رہنماؤں کے افکار اور تصنیفات سے بھرپور استفادہ کریں۔

بقیہ : امام احمد بن حنبلؒ

کی وفات کے روز بیس ہزار عیسائی اور یہودی دائرہ اسلام میں داخل ہوتے۔

امام موصوف نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مشہور مسندِ احمد ہے جس میں تیس ہزار احادیث ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب الزہد، کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر، فضائل صحابہ اور مناقب صدیق اکبرؓ بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

انتظار حسین اسعد قادری

نام ونسب

احمد بن محمد نام، ابوعبداللہ کنیت دادا کی طرف منسوب ہوکر ابنِ حنبل کہلاتے ہیں اور اسی نسبت کے لحاظ سے آپ کے مقلدین کو حنبلی یا حنابلہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت با سعادت ١۶۴ھ تقریباً ۵٧۴ء میں ہوئی۔ مقام ولادت بغداد ہے۔

حصولِ تعلیم

ابتدائی تعلیم بغداد ہی میں حضرت یزید بن ہارون اور یحیٰی بن سعید رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ پھر شوقِ علم میں کوفہ، بصرہ، یمن اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر اور حضرت ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ امام وکیع، یحیٰی بن زائدہ رحمہم اللہ تعالےٰ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرکے استفادہ کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے مسندِ تدریس سنبھالی، ہزاروں علماء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ ائمہِ حدیث حضرت امام بخاری، امام مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ آپ کے خصوصی شاگرد ہیں اور اس طرح حدیث کے یہ تین سب سے بڑے امام حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہوتے کیونکہ ان کا علمی نسب نامہ یوں ہوگا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری عن الامام احمد بن حنبل عن الامام، ابی یوسف عن الامام ابی حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اسی طرح دوسرے ائمہِ حدیث۔ آپ کا فرمان ہے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام یوسف سے حاصل ہوا ١٩۵ھ میں امام احمد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے حدیث پڑھی۔ آپ نے اتنے ذوق وشوق سے اور اتنی محنت سے حدیث پڑھی کہ دس لاکھ صحیح احادیث آپ کو ازبر تھیں اور علماء نے علم حدیث میں آپ کو حضرت امام شافعیؒ سے بھی برتر تسلیم کیا ہے۔

فضائل وکرامات

ورع و تقوٰے میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ عبادت و ریاضت میں بڑا شغف تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کی ماں بیمار ہو گئی۔ وہ حاضر خدمت ہوا اور دعا کے لئے درخواست کی آپ نے دعا فرمائی وہ واپس گھر پہنچا تو دیکھا اس کی ماں بالکل تندرست تھی۔ اس واقعہ سے آپ کی قبولیت دعا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کہتے ہیں آپ ایک دفعہ ایک نہر کے کنارے وضو فرما رہے تھے ایک دوسرا آدمی آپ سے اوپر والی طرف بیٹھ کر وضو کر رہا تھا۔ آپ کو دیکھ کر ادب و احترام کی وجہ سے نچلی جانب آکر وضو کرنے لگا۔ واقعہ گذر گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب وہی شخص مرا اور کسی شخص نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیسا سلوک ہوا؟ جواب دیا کہ میں نے ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے امام احمدؒ کا ادب ملحوظ رکھا تھا اس کی وجہ سے بخش دیا گیا۔

ورع وتقوٰے

تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ بغداد میں رہتے تھے لیکن بغداد کی زمین میں اُگنے والی اشیاء نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے استعمال کی اشیاء اور حسب ضرورت غلّہ موصل سے منگوایا کرتے تھے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جس زمین پر یہ شہر بغداد آباد ہے۔ اس کو امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے غازیوں کے لئے وقف فرمایا تھا۔ مَیں اس وقف زمین کا غلّہ کس طرح کھا سکتا ہوں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت صالح کو حکومت نے اصفہان کا قاضی مقرر کر دیا۔ حضرت صالح ایک سال وہاں کے قاضی رہے۔ لیکن وہاں کی گندم وغیرہ استعمال نہیں کی۔ صرف اس احتیاط کی وجہ سے کہ جس سرزمین کا نمک اور جس شہر کی روٹی کھائیں مبادا اس شہر کے باشندوں سے انصاف نہ کر سکیں۔

انہی حضرت صالح کا واقعہ ہے کہ جب تک اصفہان کے قاضی رہے رات کو ہمیشہ گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر سوتے کہ رات کو اگر کسی محتاج کو ضرورت پیش آئے تو ان تک پہنچنے میں کوئی مانع نہ ہو۔

یہ بھی ایک متّقی و صالح باپ کی تربیت اور یہ تھا ایک عالم و فاضل باپ کا فیضانِ علم۔

حضرت امام رحمہ اللہ کے زہد و تقوےٰ کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت صالح اصفہان کے عہدہ قضا سے فارغ ہو کر گھر آگئے تو ایک روز امام صاحب کے گھر میں آٹا ختم ہو گیا کنیز نے حضرت صالح کے گھر سے آٹا لے کر کھانا تیار کر کے پیش خدمت کیا لیکن آپ نے کھانے سے انکار فرما دیا۔ حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ مسئلہ تو حدیث انت ومالک لابیک، کے مطابق یہ ہے کہ صالح کا جو مال ہے وہ آپ ہی کا ہے پھر آپ ان کے گھر کا آٹا کیوں نہیں استعمال کرتے۔ ارشاد ہُوا مسئلہ درست اور حدیث بجا ہے لیکن صالح ایک سال تک اصفہان کے قاضی رہے ہیں۔ کنیز نے آپ کے انکار پر وہ کھانا دریائے دجلہ میں بہا دیا۔ کچھ دنوں بعد نہ جانے کس خیال سے آپ نے کنیز سے اس کھانے کے بارے میں دریافت فرمایا اس نے عرض کیا کہ وہ مَیں نے دریا میں پھینک دیا تھا یہ سن کر آپ خاموش ہو رہے اور اس دن کے بعد یہ احتیاط فرمانے لگے کہ دجلہ کی مچھلیاں نہ کھائیں۔ سبحان اللہ!

امام موصوف کو اس حد تک قربِ خداوندی حاصل تھا کہ کہ فرمایا مَیں نے اللہ جل شانہٗ کو خواب میں ایک سو مرتبہ دیکھا اور ہر مرتبہ مَیں نے ذات باری تعالےٰ سے ایک ہی سوال کیا کہ اے پروردگارِ عالم! وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعہ آپ کا قرب حاصل ہو سکے تو ہر مرتبہ ایک جواب ارشاد ہُوا کہ قرآن۔

آپ کا ایک عظیم کارنامہ

ایک امامِ فقہ ایک صاحبِ مذہب مجتہد ایک عظیم شیخ طریقت اور ایک محدّث کبیر کی حیثیت سے تو حضرات موصوف کا مرتبہ و مقام اور آپ کی شخصیت بلند ہے ہی لیکن آپ کی زندگی کے آخری دَور میں ایک واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا دیئے۔ آپ کا اسم گرامی عظمت کے بامِ عروج پر پہنچ گیا اور آپ کا نام ایک جداگانہ مذہب اور فقہ کے امام کی حیثیت کے علاوہ ایک اور حیثیت سے بھی تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گیا۔

یہ خلیفہ ماموں الرشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ بعض لوگوں نے خلقِ قرآن کا فتنہ برپا کر دیا وہ کہتے تھے کہ قرآن مجید مخلوق اور

حادث ہے اور اس کو غیر مخلوق اور قدیم کہنا جائز نہیں۔ حالانکہ علماء اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور کلام خدا کی صفت ہے، اور جس طرح خدا تعالےٰ قدیم اور غیر مخلوق ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم اور غیر مخلوق ہیں لہٰذا قرآن مجید بھی قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

جعد بن درہم نامی ایک شخص نے سب سے پہلے خلق (مخلوقیّت) قرآن کے اس عقیدہ کا اظہار کیا پھر معتزلہ آئے تو انہوں نے بھی اسی خیال کو اپنایا اور اسی کا پرچار کیا ان لوگوں نے مامون تک بھی اپنا کافی اثر بہم پہنچایا اور اس کو اس ملحدانہ خیال کا قائل کر لیا وہ ان لوگوں سے اتنا متاثر ہُوا کہ اس نے علماء اہلسنت کو دربار میں طلب کرنا اور ان سے مسئلہ پر بحث کرنا شروع کر دی جو عالم خلقِ قرآن کا انکار کرتا گردن زدنی قرار پاتا کوڑوں کی سزا ملتی اور عالم آخرت کو سدھار جاتا۔ اسی طرح بیشمار علماء نے جامِ شہادت نوش کیا کئی جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے اور ہوتے ہوتے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی باری بھی آ گئی۔ دربارِ خلافت میں طلبی ہوئی۔ آپ تشریف لے گئے بحث شروع ہوئی اور آپ نے اس مسئلہ کا برسرِ دربار انکار فرما دیا اور اس کو دلائل و شواہد کی رُو سے باطل قرار دیا۔ مامون نے سمجھایا ڈرایا اور دھمکیاں بھی دیں لیکن آپ نہایت استقلال سے اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔ بالآخر سزا کا حکم ہُوا اور کوڑے برسنے لگے۔ جب دشمن کوڑے مارتے تھک جاتے تو آپ کو جیل میں ڈال دیتے۔ پھر نکال لیتے۔ آپ پھر اس مسئلہ کے انکار و مخالفت پر اصرار فرماتے اور کوڑوں کی بارش پھر شروع ہو جاتی۔ اسی دوران میں امام شافعیؒ نے جو ان دنوں مصر میں مقیم تھے خواب دیکھا کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام احمد بن حنبلؒ کو سلام بھیجے ہیں اور خلقِ قرآن کے انکار پر استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔

یہ سب انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ آپ دربار میں پیش تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور جلّاد کوڑے برسا رہا تھا کہ اچانک آپ کا تہبند کھل گیا۔ ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے آپ تو تہبند باندھ نہ سکتے تھے، چنانچہ تہبند کے نیچے گرنے سے قبل ہی تمام حاضرین دربار نے نہایت حیران و نادم آنکھوں سے دیکھا کہ غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور آپ کا تہبند باندھ کر غائب ہو گئے۔ اس کے فوراً بعد آپ رہا کر دئے گئے۔ اور یہی تھا وہ تاریخ اسلام کا شاندار واقعہ جو حضرت امامؒ کی سیرت مبارکہ کا ایک درخشاں باب ہے۔ جس نے آپ کو وہ عظمت بخشی کہ رہتی دنیا تک حق پسند لوگ استقامت استقلال اور ثبات کی راہوں میں آپ کی حیات مبارکہ کے اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔

وفات

مامون کے دربار سے اگرچہ آپ رہا ہو گئے تھے لیکن اسیری کے دوران میں آپ نے جو صدمات و مصائب انتہائی صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کئے تھے ان کا اثر جسم پر باقی رہا۔ آپ بیمار رہنے لگے اور کچھ ہی عرصہ بعد ۱۲ر ربیع الاوّل ۲۴۱ھ شب جمعہ کو آپ نے ستّر برس کی عمر میں رفیق اعلیٰ کے منادی کو لبیک کہی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

آپ کے جنازہ میں بغداد اور بیرون بغداد کم و بیش پندرہ لاکھ انسان شریک ہوئے جن میں سے سات لاکھ عورتیں تھیں، ان

(باقی ۸ پر)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ قرآن و سنّت کی انقلابی تعلیمات اور فکرِ ولی اللّٰہی کے علمبردار تھے

ظلم اور جہالت کے خاتمہ کیلئے ان کی جد وجہد ہماری تاریخ کا زرّیں باب ہے

مولانا سندھیؒ نے نصف صدی پیشتر اہل وطن کو روسی فلسفہ کی ہولناکیوں سے خبردار کر دیا تھا!

کراچی ۔ تحریک اصلاح ابلاغ عامہ کے جنرل سیکرٹری نے کہا کہ عظیم اسلامی مفکر و رہنما امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ قرآن و سنّت کی انقلابی تعلیمات کے مبلّغ اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ اور امام ولی اللہ دہلویؒ کے اسلامی فلسفۂ انقلاب کے علمبردار تھے ۔ برطانوی استعمار کے جابرانہ اقتدار اور کفر کی ظلمت و جہالت کے خاتمہ کے لئے مولانا سندھی کی انتھک جد و جہد ہمارے وطن کی تاریخ کا زرّیں باب ہے ۔ انہوں نے آج سے نصف صدی پیشتر ہی اہل وطن کو روس کے لادینی فلسفہ انقلاب کی توسیع پسندانہ ہولناکیوں اور خطرات سے آگاہ کر دیا تھا ۔

مولانا عبدالرشید انصاری جامعہ قاسمیہ ھاشمیہ ناظم آباد کراچی میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی چالیسویں برسی کے موقعہ پر ان کی یاد میں منعقدہ مجلس مذاکرہ سے خطاب کر رہے تھے ۔ مجلس مذاکرہ کی صدارت تنظیم اہلسنت صوبہ سندھ کے صدر مولانا فیض محمد فیض نقشبندی نے کی ۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے کہا امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا شمار ان برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے جنہیں رب کریم نے اسلام اور معرفت حق کا نور عطا کر کے اپنی مخلوق کی ہدایت اور بھلائی کے لئے جد و جہد کے منصب جلال پر فائز کر دیا ۔ مولانا سندھیؒ نے حضور خاتم الانبیاءؐ کے لائے ہوئے دین حق کے لئے اپنے وطن گھربار اور عزیز اقارب کو چھوڑا تو مشیتِ ایزدی نے ان کی پرورش و تربیت سندھ کے مردِ حق آگاہ اور تصوف میں سلسلۂ قادریہ راشدیہ کے مشہور روحانی پیشوا حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈی شریف جیسے عظیم بزرگ سے کروائی ۔ انہوں نے اپنے نو مسلم روحانی فرزند کو علوم اسلامی کی تحصیل اور سیاسی تربیت کے لئے دارالعلوم دیوبند کے صدر العلماء جن کو حضور نبی کریمؐ کی سنتِ مطہرہ کے اتباع اور انگریزی اقتدار کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنے کا جذبۂ جہاد کبھی چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی خدمت میں بھیجا ۔

مولانا انصاری نے مزید کہا کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو جہاد آزادی میں مسلم رہنماؤں کا مکمل اعتماد حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے انگریز کے خلاف اپنی خفیہ تحریک ریشمی رومال میں مولانا سندھیؒ کو امور خارجہ کے نگران اعلیٰ کی حیثیت سے افغانستان میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ۔ مولانا سندھیؒ نے "جنود ربانیہ" کے نام سے فوج آزادی قائم کی اور برطانوی حکومت نے مولانا سندھیؒ کو اپنی دشمن تحریک کا وزیر جنگ تسلیم کیا ۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے مولانا سندھیؒ کی دینی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید کہا کہ اہل وطن کو برطانوی استعمار کی غلامی سے آزاد کرانے اور پوری ملت اسلامیہ کو اتحاد و جہاد کی راہ پر گامزن

(باقی ۸ پر)

جہاں میرے قدم پہنچے :

عروس البلاد کراچی سے — عبدالرشید انصاری

شہید راہِ وفا و عشق

زعیم تحریک جہاد بالاکوٹ

حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

. . . . . . اور اسمٰعیل تھا بے شک محمدؐ کا غلام

پاکستان نیشنل سنٹر کراچی میں ۲۲ اگست کی شام برصغیر کی عظیم ملی تحریک "تحریک جہاد بالاکوٹ" کے روح رواں صدر الشہید عالم برحق حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہوئی ۔ صدارت ریٹائرڈ جج جناب ہادی بخش میمن نے کی ۔ ملک کے ممتاز صحافی جناب اقبال احمد صدیقی ایڈیٹر اخبار جہاں شہیدانِ دین و ملت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے عدیم الفرصتی کے باعث تشریف نہ لا سکے ۔ راقم نے خانہ پُری کرنے کی کوشش کی ۔ صدر محفل ریٹائرڈ جج جناب ہادی بخش میمن کی فکر انگیز صدارتی تقریر قارئین خدام الدین کے افادہ کے لئے پیش کی جا رہی ہے ۔ ضروری ہے کہ اہتمام و التزام ترائشی اور بے عملی و کاہلی کے اس وارد شدہ ماحول میں اصحاب صدق و عمل کی مثالی جد و جہد اور اکابر اہل حق کی گرانمایہ قومی و ملّی خدمات سے عامۃ المسلمین خصوصاً نئی نسل کو آگاہ کرنے کے لئے ایسے عنوانات پر ہر شہر و قریہ میں مجالس مذاکرہ و اجلاسات کا انعقاد کیا جائے

آزادی کا لفظ بہت پیارا ہے آزادی کی نعمتیں بے شمار ہیں ۔ آج جس آزادی کے ماحول میں ہم سانس لے رہے ہیں یہ ماحول ہمیں آسانی سے نہیں ملا ۔ ہمارے آباء و اجداد نے اس کے لئے بے شمار قربانیاں دی ہیں ۔ مملکت خداداد پاکستان ایک لمحہ میں وجود میں نہیں آئی ۔ یہ نتیجہ ہے ان تحریکوں کا جو ہمارے اسلاف نے چلائیں ، یہ ثمرہ ہے ان کوششوں اور تکلیفوں کا جو ہمارے بڑوں نے اٹھائیں ۔ شاہ ولی اللہؒ سے لے کر قائد اعظم محمد علی جناح تک آزادی کی جد و جہد کی جو تحریکیں چلیں ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا ان میں بڑا حصّہ ہے ۔

آپ اپریل ۱۷۸۴ء میں پیدا ہوئے اور ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں شہید ہوئے ۔ آپ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے صاحبزادے تھے ۔ آپ کی تعلیم و تربیت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے کی ۔ آپ نے اپنی زندگی قرآن شریف کی اس آیت مبارکہ کے مطابق گذاری ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

"ان ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا ، پھر ان میں کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ وہ ہیں جو (شہادت کے) مشتاق ہیں اور انہوں نے

ذرا سا بھی رد و بدل نہیں کیا)

تیرھویں صدی ہجری میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسومات و بدعات کا دور تھا۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کی مجاہدانہ کوششوں سے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب میں سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم بلند کیا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔ جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غیر فانی معجزہ یہ ہے کہ آپؐ کے فیض کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہونے پاتا۔ آپؐ کا نمونہ آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔ آپؐ کی امت کی ضرورتیں زیادہ دیر تک اٹکی نہیں رہتیں۔ آپؐ کی کامل پیروی سے ہر زمانے میں اور تقریباً ہر جگہ کم و بیش ایسے انسان پیدا ہوتے رہے جن سے آپؐ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ان بزرگوں کے کئی طبقے ہیں۔ پہلے اور سب سے اونچے طبقے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کے بعد سلف صالحین، اولیائے کاملین، مجاہدین، مرشدین، مصلحین، مجددین مختلف طبقات ہیں اور یہ سب دین محمدی کے خادم ہیں۔ (کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑا اور کوئی اعزاز نہیں) ان لوگوں سے اللہ ہمیشہ اپنا کام لیتا رہا۔ ان سے ہزاروں کی آنکھیں روشن کیں۔ ان کا ذکر عبادت ہے۔ ان کی محبت ذخیرہ آخرت ہے۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رضی اللہ تعالیٰ بھی ان میں سے ایک تھے۔

اسلام صرف خواص کا مذہب نہیں اور چند منتخب لوگوں کا اس پر عمل کرنا کافی نہیں۔ اس طرح اسلام عیسائیت کی طرح چند عقائد و رسوم کا نام نہیں۔ وہ زندگی کا نظام ہے وہ عقائد کے ساتھ اخلاق و معاشرت، زندگی کے مقصد و معیار، زاویہ نظر اور انسانی ذہنیت کو بھی اپنے قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس کو مادی و سیاسی اقتدار حاصل ہو۔ صرف اسی کو قانون سازی اور تنقید کا حق ہو۔ اسی کے صحیح نمائندے دنیا کے لئے نمونہ ہوں۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے سید احمد شہیدؒ بریلوی اور مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی جانیں قربانیں کر دیں۔ وہ اپنی زندگی میں تو اپنا یہ عظیم مقصد حاصل نہ کر سکے لیکن ان کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم آزاد ہیں اور اسلام پر مکمل عمل کرنے کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔

قوموں کی تاریخ میں اور خود مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے اشخاص کی کمی نہیں اور اس وقت بھی ہر ملک و قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ذاتی برتری، اقتدار یا قومی عزت و سربلندی یا ملک و وطن کی آزادی کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی پیش کی۔ قوم کی تنظیم بنائی، وطن کو آزاد کرایا۔ عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں۔ کامرانی و اقبال مندی کی زندگی حاصل کی، باعظمت و فتح مندی کی موت سے سرفراز ہوئے یہ اپنے کارناموں کے ذریعے اور ترتیب کے مطابق انسانوں کے احترام اور ہمارے اعتراف کے مستحق ہیں لیکن حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اس فہرست کے اشخاص میں سے نہیں ہیں۔ وہ ان مجاہدین میں سے ہیں جنہوں نے محض اللہ کے نام کی بلندی اور اس کی بات اونچی کرنے کے لئے خاص اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے "مسلمان" نام کی ایک قوم کے غلبے کے لئے نہیں

بلکہ "اسلام" نام ایک مذہبی، اخلاقی، روحانی اور سیاسی نظام کو قائم کرنے کے لئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلوم شریعت کو جاری کرنے کے لئے اپنے خون کا پہلا اور آخری قطرہ بہایا۔ اس کے سوا کسی راستے میں ان کے پسینے کا بھی کوئی قطرہ نہیں بہا۔ اسے مجاہدین و شہدائے اسلام، ایسے اکابر و قائدین اسلام کی فہرست اتنی طویل نہیں جتنی سمجھی جاتی ہے۔ زندگی اور موت کی یہ ترازو ایسی بلند معیار ہے جس پر ہزاروں میں سے چند ہی پورے اترتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ایک اور خصوصیت پر نظر ڈالئے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے تھوڑے زمانے میں ایک دینی فضا قائم کر دی اور ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں صحابہؓ کا نمونہ تھے۔ ایک رنگ میں رنگے ہوئے، ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے، اللہ کے لئے جان دینے والے، شریعت پر جینے اور مرنے والے، بدعت سے نفرت کرنے والے، شرک کے دشمن، جہاد کے نشے میں سرشار، متقی و عبادت گذار اور بڑی بات یہ ہے کہ ہم رنگ و ہم آہنگ۔ تاریخ اسلام میں ایک جگہ اتنی بڑی تعداد میں اس پختگی اور جامعیت کی کوئی جماعت صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد مشکل سے ملے گی کیفیات ایمانی کے جاں نواز جھونکے تاریخ اسلام میں بارہا چلے ہیں۔ لیکن ایمان و یقین اور خلوص و للہیت کی ایسی باد بہاری ہمارے علم میں کم سے کم اس ملک میں اس سے پہلے نہیں چلی، نہ اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانے پر عزم و توکل، جوش جہاد، ایمان و احتساب شوق شہادت اور یقین آخرت کے ایسے نمونے دیکھنے میں آئے۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے سید احمد شہیدؒ کے ساتھ مل کر ہندوستان میں ایسی تحریک چلائی جس نے ملک کے کونے کونے میں آباد مسلمانوں کو منظم اور انقلابی بنا دیا۔ اس تحریک کے سیاسی اثرات ہی تھے جس سے بعد میں دوسری تحریکوں نے مدد لی۔۔۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، ریشمی رومال کی تحریک، خلافت تحریک، مسلم لیگ تحریک اور دوسری تحریکیں ابھریں اور انگریزوں کو مجبور ہو کر ہندوستان چھوڑنا پڑا۔

مولانا شہیدؒ اس قوم کے محسنوں میں سے ایک ہیں اور یہ قوم ان کے احسانوں کو کبھی نہیں بھولے گی۔

بقیہ: طبی مشورے

رہ جائے تو اسے چھان کر گلقند دو تولہ ملا کر پئیں۔ یہ نسخہ متواتر ایک ہفتہ استعمال کریں۔

اس کے بعد آٹھویں دن عناب ولائتی بیس دانہ، سپستان کوفتہ بیس دانہ، زوفا، بنفشہ، پرسیاؤشاں، بادیان نیم کوفتہ ہر ایک نو ماشے، مویز منقی چار تولہ، انجیر زرد، سات دانے، ملٹھی مقشر نیم کوفتہ ایک تولہ۔ سب دوائیں ڈیڑھ سیر پانی میں جوش دیں۔ ڈیڑھ پاؤ پانی رہ جائے تو اسے چھان کر اس میں مغز املتاس، ترنجبین، گلقند ہر ایک دو تولہ ملا کر دوبارہ چھان لیں اور روغن بادام تین ماشہ ملا کر پئیں۔ انشاءاللہ صحت ہوگی۔

ضروری اعلان

حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ سفر حج سے ابھی تک واپس تشریف نہیں لائے۔۔۔ تا اطلاع ثانی ان کے تبلیغی پروگرام منسوخ سمجھے جائیں۔

(ادارہ)

کاروانِ احرار کے ایک گمنام سرفروش

حافظ عبدالرحمٰن کے ساتھ چند لمحے

تحریر: حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ، لاہور

پندرہ روزہ "الاحرار" ملتان میں الحاج عبدالغفور انوریہ امیر مرکزیہ کے قلم سے مجلس احرار اسلام ملتان دفتر کے پہلے ناظم حافظ عبدالرحمٰن کیمبل پوری کا مختصر تعارف یوں کرایا گیا ہے :-

"مجلس احرار اسلام ملتان کے پہلے خادم و ناظم حافظ عبدالرحمٰن کیمبلپوری مقرر ہوتے جو اُن دنوں مدرسہ نعمانیہ ملتان میں زیر تعلیم اور اس دوران کئی سال دفتر احرار ملتان میں مقیم رہے ۱۹۳۱ء کے شروع میں جب مغل پورہ ایجی ٹیشن شروع ہوا تو ملتان سے ایک قافلہ روانہ ہوا۔ حافظ صاحب اس میں شریک تھے۔ تحریک کی کامیابی کے بعد واپس آئے تو خانیوال اسٹیشن پر نماز اور ضروریات کے لئے اترے تو گاڑی چل پڑی اور حافظ صاحب قافلہ سے بچھڑ گئے۔ اُن کے پاس پیسہ تھا نہ زادِ راہ اور ٹکٹ قافلہ کے ارکان کے پاس تھا۔ چنانچہ قافلہ کی آمد پر استقبال کے لئے ملتان کے اسٹیشن پر ہم پہنچے تو حافظ صاحب کو نہ پاکر بہت پریشان ہوئے چونکہ ان دنوں بسوں اور لاریوں کا رواج نہ تھا اس لئے ہم دفتر پہنچ کر ہم سوچ ہی رہے تھے کہ خانیوال کسی آدمی کو بھیجا جائے کہ اتنے میں یہ باہمت نوجوان ہانپتے کانپتے دفتر پہنچ گیا۔ اور اپنی سرگزشت سنائی۔ بقول ان کے گاڑی چلنے کے فوراً بعد خانیوال اسٹیشن سے لائن کے راستہ سے چار گھنٹے میں ملتان پہنچ گئے۔ تحریک کشمیر ۱۹۳۲ء کے دوران جب ملتان سے قافلے روانہ ہوئے۔ اس وقت حافظ صاحب نے دفتر کی نظامت کو سنبھالے رکھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم میں بھی مصروف رہے۔ لیکن افسوس کہ جماعتی سرگرمیوں کی وجہ سے اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ اسی دوران کتابت کی کچھ مشق بھی جاری رکھی اور اخبارات میں مُلّا رموزی کے نام سے خبروں کی ترسیل اور مضامین کے لئے کام کرتے رہے۔ تحریک کشمیر کے خاتمہ پر غالباً کانفرنس ملتان ۱۹۳۴ء کے بعد وہ بلبے عرصے کے لئے لائل پور منتقل ہو گئے اور بروایت سیّد ابو معاویہ ابو ذر بخاری لائل پور میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء تک حافظ صاحب دفتر کے انچارج رہے۔ اسی دوران اُن کے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ تو موصوف ذہنی اور معاشی پریشانی کی بناء پر کراچی چلے گئے۔ وہاں جامع مسجد نور نزد جوبلی سینما میں طویل عرصہ تک نائب امام اور تعلیم قرآن کے مدرس رہے۔ اور جب ملک میں فرقہ وارانہ تحریک کے زیر اثر دیوبندی بریلوی اختلاف شدت اختیار کر گئے تو انہیں مجبور ہو کر وہاں سے بھی کام چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد چند برس تک وہ

مختلف مساجد میں امامت کرتے رہے۔ اور پرائیویٹ طور پر گھروں میں تعلیم و تدریس قرآن کے سلسلہ میں اتالیق کی حیثیت سے بھی مصروف رہے اور آخر میں احاطہ سابق سندھ اسمبلی کی مسجد میں امام مقرر ہوئے۔ اسی دوران اُن پر لقوہ اور فالج کا زبردست حملہ ہوا۔ کافی دیر تک علاج ہوتا رہا۔ جب کچھ صحت بحال ہوئی تو پھر عمر زیادہ ہونے اور ضعف بڑھ جانے کی وجہ سے اور کچھ نفسیاتی اثرات کے باعث اور غالباً اپنے بہت سے ہم وطن لوگوں اور اہل خاندان کی مسلسل فرمائش اور مطالبہ کے بعد ضلع کیمبل پور کے اندر اپنے آبائی گاؤں میں واپس آئے اور اب تقریباً دو ڈھائی برس سے ضلع کے مشہور مقام تلہ گنگ کی ایک مسجد میں امامت اور ساتھ ہی تعلیم و تدریسِ قرآن کا کام کر رہے ہیں۔"

پندرہ روزہ الاحرار ملتان کا مندرجہ بالا اقتباس میرے اصرار پر حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے روانہ کیا ہے۔ لیکن اس بارے میں انہوں نے یہ تحریر بھی کیا ہے کہ حافظ عطاء المنعم صاحب اور انوری صاحب نے میری اجازت کے بغیر یہ سب کچھ شائع کیا ہے۔ کیونکہ میں نے ہر کام جماعتی سطح پر دیانت داری سے کیا ہے۔ لیکن مجھے نمود و نمائش سے ہمیشہ نفرت رہی اور ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن صاحب سے میرا تعارف ۱۹۴۸ء میں اُن دنوں ہوا جب میں نے روزنامہ سعادت لائل پور کی ادارت سنبھالی —— ایک پست قد اور منحنی جسم کا باریش انسان اکثر دفتر میں آتا اور مقامی مجلس احرار سے متعلق خبریں اور مراسلات بغرض اشاعت دے کر خاموشی سے چلا جاتا۔ اُس کی اس آمد و رفت سے مجھے اس کی شخصیت سے یک گونہ دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اُس کے جسم اور چہرے میں میرے لئے کوئی کشش موجود نہ تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی۔ اور اسی چمک میں بلا کی کشش تھی۔ لائل پور میں میری ابتدائی رہائش دفتر سعادت ہی میں تھی۔ اسی دوران برادرِ عزیز حافظ عبدالرشید یوسفی صاحب بھی لائل پور میں چلے آئے اور اُن کے لئے رہائش کا بندوبست عبداللہ پور میں مفتی محمد یونس صاحب کی مسجد کے قریب کیا گیا۔ اسی زمانے میں حافظ عبدالرحمٰن صاحب سے مزید ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ حافظ صاحب عبداللہ پور نہر کے کنارے ایک سفید رنگ کی قدیم طرز کی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ جہاں انہوں نے محدود پیمانے پر ایک پولٹری فارم بھی کھول رکھا تھا اور اس کا ایک حصّہ مجلس احرار کے رضاکاروں کے سالار امان اللہ صاحب کو رہائش کے لئے دے رکھا تھا۔ اس زمانے میں نہر کے کنارے پر صرف ایک یہی سفید کوٹھی تھی ورنہ دور دور تک آبادی کا نشان نہ تھا۔ حافظ صاحب سے ربط و ضبط بڑھا تو معلوم ہوا وہ بالکل یکّہ و تنہا اور مجردانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حافظ صاحب سے جب بھی ملاقات ہوئی ان کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کی مسکراہٹ نے ہمیشہ میرا استقبال کیا۔ وہ نہایت خاموش طبع منکسر المزاج اور شریف النفس انسان تھے اپنا زیادہ وقت بچوں کو قرآن حکیم پڑھانے، مجلس احرار کی اعزازی خدمات انجام دینے اور عبادت گزاری میں بسر کرتے تھے۔

بندہ ۱۹۵۲ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے روزنامہ آزاد کی ادارت کے سلسلے میں لاہور چلا آیا۔ فروری ۱۹۵۳ء دینی رہنماؤں کی گرفتاری کے ساتھ ہی روزنامہ آزاد کی اشاعت پر بھی پابندی لگ گئی۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے اس تحریک میں بیش از بیش حصّہ لیا۔ اور مولانا تاج محمود صاحب کے دست و بازو بنے

رہے۔ اس وقت تک لائل پور کے دفتر کے نظم و نسق کو بھی حافظ صاحب نے سنبھال رکھا تھا۔

بندہ نومبر ۱۹۵۳ء میں دوبارہ روزنامہ سعادت لائل پور میں چلا آیا تو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کراچی تشریف لے گئے ہیں اور کراچی کے دفتر تحفظ ختم نبوت میں مقیم ہیں ۱۹۶۲ء لاہور چلے آنے کے بعد بھی حافظ صاحب کی خیر و عافیت مختلف احباب کی زبانی معلوم ہوتی رہتی تھی۔ چند سال پہلے ایک روز حافظ صاحب اچانک غریب خانہ پر تشریف لائے۔ وہ کسی دینی اجتماع کے سلسلے میں شیرانوالہ جامع مسجد میں تشریف لائے تھے۔ اور وہاں سے میرا پتہ معلوم کر کے غریب خانہ تشریف لائے۔ اُن سے مل کر یک گونہ مسرت ہوئی۔ دیر تک بغلگیر رہے اور ہم دونوں کی آنکھوں میں ایک طویل عرصے کی جدائی کے بعد اچانک ملاقات کی خوشی سے آنسو بھر آئے۔ سچ ہے ؎

اے ذوقؔ! کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

لیکن حافظ صاحب اب بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ کئی ایک بیماریوں میں مبتلا تھے اور معلوم ہوا کہ اب آبائی وطن تلہ گنگ کی غلہ منڈی کی مسجد میں مقیم ہیں۔ پھر کبھی کبھار خط و کتابت ہوتی رہی۔ ان کے حالات معلوم ہوتے رہے۔

گذشتہ جنوری میں میں نے انہیں لکھا کہ وہ اپنے حالات زندگی تحریر فرما کر مجھے بھیجیں تاکہ میں اُن کے بارے میں کچھ لکھ سکوں ــ لیکن وہ آمادہ نہ ہوتے اور میرے بار بار کے اصرار پر آخرکار انہوں نے پندرہ روزہ "الاحرار" ملتان کے اس تراشے کی فوٹوسٹیٹ کاپی مجھے بھیج دی جو اس مضمون کے آغاز میں نقل کی گئی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ کسی بھی جماعت کی اصل طاقت وہ خاموش رضاکار اور کارکن ہوتے ہیں۔ جو جو کسی صلہ کی پروا کئے بغیر خلوص دل سے اور بے ضرر خدمات انجام دیتے رہتے ہیں اور کسی نام و نمود یا دنیاوی صلے کے متمنی نہیں ہوتے لیکن جماعت کے قائدین اور صاحب استطاعت حضرات کا فرض ہے کہ وہ ان خاموش اور گمنام سرفروشوں کی حتی الامکان خدمت کریں ــ اسی جذبے سے یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔ کیونکہ:۔

بنیاد کی ہر اینٹ پہ لکھا ہے مرا نام
دیوار مگر آپ سے منسوب ہوئی ہے

ڈائریکٹر شیخ الہند اکیڈمی، انچارج کلیۃ الشریعہ علیگڑھ، مدیر برہان اور جدید علوم کے ماہر بھی ہیں۔ نے اس دور کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے امام و مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی سیرت کے عنوان سے اس زیر نظر کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ صاحبان علم و فضل آپ کے انداز تحریر سے بخوبی آشنا ہیں جس میں تحقیق کے پہلو بہ پہلو زبان کی شستگی، بیان کی ندرت اور سہل انداز ایک نمایاں وصف ہیں۔ جس کا اس کتاب میں بھی خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو پاکستان میں الفیصل اکیڈمی فیصل آباد نے خوبصورت انداز میں پہلی بار متعارف کرانے کی کوشش کی ہے جو بجائے خود ایک خوبصورت اقدام ہے۔ مگر اس کتاب کی ضخامت اور خوبصورتی کے باوصف اس کتاب کی قیمت انتہائی معمولی اور واجبی ہے اور بقول ادارے کے سربراہ ابو سعد کے کہ:۔

"قیمت واجبی رکھی گئی ہے کہ ہر شخص بآسانی حاصل کر کے استفادہ کر سکے۔"

اور سنی پبلی کیشنز الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۲ نے علماء و طلباء اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے بھی خصوصی رعایت کا اہتمام کر کے شاندار مثال قائم کی ہے۔

بقیہ: تبصرہ

اسلام کی نشاۃ ثانیہ سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی فکر کی روشنی میں

دورہ پاکستان کے چند خطبات کی تلخیص

قسط ۱

تحریر: پروفیسر عبد الواجد، گورنمنٹ سائنس کالج لاہور

یہ مقالہ شاہ ولی اللہ سوسائٹی کی ماہانہ فکری نشست منعقدہ شاہ ولی اللہ لائبریری مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور میں پڑھا گیا۔ اس نشست کی صدارت حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے فرمائی موضوع کے پیش نظر قارئین خدام الدین کے لئے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

بعد از خطبہ مسنونہ۔

جناب حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم، معزز بزرگو اور عزیز بھائیو۔

دوسرے الفاظ میں مسلمان جو آج تنزل میں مبتلا ہیں ان کو دوبارہ عروج کیسے حاصل ہو تو اس کے ظاہر ہے نسخہ ہے قرآن جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

حضورؐ اور صحابہؓ کرام نے جو اسلامی حکومت قائم فرمائی اس کے قیام سے لے کر خلافت عثمانیہ کے زوال تک مسلمانوں نے کم و بیش بارہ صدیاں انسانیت کی قیادت و رہنمائی کی اور نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی انصاف مہیا کیا۔ لیکن جب قیادت لادینی اور کافر لوگوں کے ہاتھ آئی تو انہوں نے نہ صرف مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا بلکہ انسانوں سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا اور انسانیت کو تباہی کے دہانہ تک پہنچا دیا۔ علی میاں مدظلہ جو کہ شاہ ولی اللہ کی فکر کے ترجمان حضرت لاہوریؒ کے روحانی فرزند (خلیفہ مجاز) ہیں مسلمانوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے کہ وہ قرآن کی روشنی میں دوبارہ دکھی انسانیت کو تباہی سے بچائیں اور اس کی رہنمائی کریں۔ قرآن قیامت تک کے لئے انسانیت کی فلاح کا پروگرام ہے اور اس کی رہنمائی میں انسانیت کو امن سلامتی اور انصاف مہیا کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے۔ جس کی وضاحت ایک مسلمان سفیر نے شاہ ایران کسریٰ کے سوال پر کہ تم ہمارے ملک میں کیسے آئے تو انہوں نے بیان کیا اللہ نے ہم کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ ہم اس کی مشیت سے لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر وحدہ لاشریک کی بندگی میں، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت میں اور مذاہب کے ظلم و ناانصافی سے اسلام کے عدل و انصاف میں داخل کریں۔ یہ پیغام آج بھی اتنا تازہ ہے جتنا اس وقت تھا۔ علی میاں فرماتے ہیں آج بھی عالم انسانیت کے منصب قیادت کے لئے وہی نسخہ ہے جو اللہ نے حضورؐ پر نازل فرمایا کہ ہم اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کا نفاذ کریں۔ جدید عصری و فنی علوم میں کامل عبور حاصل کریں۔ جہاد کی تیاری کریں اور علم و جہاد میں بغیر تحریف کے اجتہاد کریں اور یہ قرآن ہی کی دعوت ہے اور اس کا مقصد و منشا ہے۔

علی میاں نے اپنا پیغام حکومتی اور با اثر اصحاب، مدارس عربیہ اور یونیورسٹیوں

کے اجتماعات میں دیا جو کسی ملک و ملت کی آئندہ تعمیر کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اس پیغام نے دل و دماغ کے تاروں کو جھنجھوڑا۔ نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کو نشاۃ ثانیہ کا پیغام دیا۔ یہ پیغام ہر مخلص مسلمان اور ملک و ملت کے بہی خواہ کو آواز دے رہا ہے کہ پاکستان اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں اسلام کا عملی نفاذ کر کے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا راستہ صاف کر دے جس پر ہماری غفلت ناخدا شناسی اور مسلسل سازشوں اور تخریبی عمل نے بے حد و حساب ملبہ اکٹھا کر دیا اور اس ملبہ کو اٹھاتے کے لئے آج کی مغرب زدہ معاشرت اور سوسائٹی میں ہمہ گیر اور مکمل انقلاب کی ضرورت ہے اور یہی انقلاب وہ پائیدار اساس ہے جس پر اسلامی انقلاب کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

سید علی میاں مدظلہ[۱] کا مکتوب و اثر اصحاب کے نام پیغام کا خلاصہ

امیر جمع ہیں احباب حال دل کہہ دے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے، نہ رہے[۲]

حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ ایک صاحبِ پیغام، صاحب امر و نہی اور سیاسی وزن رکھنے والی اور دنیا میں ظلم و زیادتی کو روکنے کی صلاحیت رکھنے والی، عدل و مساوات کا سبق سکھانے والی اور خدا کا پیغام بلند سطح سے پہنچانے والی ملت کی حیثیت سے فیصلہ کی دو گھڑیاں تھیں ایک وہ دن جب سلطنت عثمانیہ[۳] کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ حقیقت میں یہ عثمانی ملت کی تقدیر کا فیصلہ نہیں تھا بلکہ ملتِ اسلامیہ کی تقدیر کا فیصلہ تھا۔ یعنی امتِ اسلامیہ اپنا سیاسی وزن قوموں پر، وقت کے اہم فیصلوں پر، تاریخ کے دھارے پر ڈال سکے گی یا نہیں، اور دوسرا موقع وہ ہے جو آج درپیش ہے۔ پاکستان ایک موڑ پر کھڑا ہے اگر ہماری آنکھیں عالم غیب کو دیکھ سکتی ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ

حاشیہ مرتب کا شیرانوالہ سے تعلق: ۱۹۷۰ء کا وہ دن بڑا مبارک تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے خدام الدین از حضرت لاہوری رح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی یہ رسالے مجھے والد مرحوم کی الماری سے ملے۔ حضرت رح کی تحریر جو قرآن و سنت سے مزین تھی، پڑھ کر کئی دنوں تک مجھ پر نشہ طاری رہا جسے کیفیت طاری ہونا کہتے ہیں۔ حضرت رح کی تحریر میں جو تاثیر دیکھی آج تک کسی تحریر میں نہیں دیکھی۔ میری زندگی کا کانٹا بدل گیا اور قبر و آخرت کی فکر دامنگیر ہوئی ان کی تحریر پڑھ کر نہ خوف رہتا نہ غم اور قلبی و دماغی سکون ملتا۔ چند سال بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ گوجرانوالہ تشریف لائے ان سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے شفقت فرمائی اور داخل سلسلہ فرمایا۔ یہ تحریر جو پیش کر رہا ہوں حضرت کی دعا و توجہ کا اثر ہے۔ اس کے خدام الدین سے ہی علی میاں مدظلہ کا تعارف ہوا جو حضرت کے خلیفہ مجاز ہیں۔

[۱] "پرانے چراغ" میں علی میاں مدظلہ لکھتے ہیں: میری زندگی میں وہ دن بڑا مبارک اور بڑی سعید گھڑی تھی جب مولانا احمد علی شیرانوالہ دروازہ لاہور سے نیاز ہوا۔ اگر حضرت رح سے ملاقات نہ ہوتی تو میری زندگی موجودہ زندگی سے بہت مختلف ہوتی اور شاید اس میں ادب و تاریخ اور تصنیف و تالیف کے سوا کوئی ذوق نہ ہوتا۔ خداشناسی تو بڑی چیز ہے مولانا کی صحبت میں کم سے کم خدا طلبی کا ذوق، خدا کے نام کی حلاوت، مردان حق کی محبت، اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا اور ہم عامیوں کے لئے یہی بڑی دولت اور نعمت ہے بلکہ بعض حقیقت شناسوں کے نزدیک یہی اصل دولت ہے وحشت کلکتوی نے انہی لوگوں کی ترجمانی کی ہے۔

[۲] نشانِ منزل جاناں ملے نہ ملے مزے کی چیز ہے یہ ذوق جستجو میرا

[۳] سلطنت عثمانیہ (ترکوں کی خلافت اسلامیہ) کے عروج و زوال کے لئے دیکھئے "ترکان عثمانی" از محمد عزیز، ہر مسلمان کو قرآن و سنت اور تاریخ اسلام کے بارے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ اس بغیر دینی و سیاسی شعور حاصل نہیں ہوتا اور شعور کی بیداری کے بغیر انسانیت کی قیادت ناممکن ہے۔

کاتب تقدیر قلم لئے فیصلہ الٰہی کا منتظر ہے یہ سنت اللہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ قوموں میں کتنا اخلاص ہے کتنا عزم ہے تو کاتب تقدیر منتظر ہوتا ہے فیصلہ خداوندی کا۔

بعض اوقات کسی جماعت کے حق میں اور بعض اوقات کسی فرد کے حق میں کہ کیا فیصلہ لکھے؟ یہ وقت، ایسا ہوتا ہے کہ اس کا ایک لمحہ صدیوں کے برابر ہوتا ہے اس وقت ایک لغزش پوری پوری قوم کے سفینہ کو غرق کر دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ پاکستان عالم اسلام کے کارواں حیات کا ایک جلیل القدر مسافر ہے اس وقت آپ کی ذرا سی لغزش ملت کی قسمت پر مہر لگا سکتی ہے اس وقت اسلام کے نفاذ کا مسئلہ ہے اور ملت اسلامیہ کے سیاسی غلبہ کا مسئلہ ہے۔

اس وقت بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ آپ کو تین قسم کی قربانیاں دینی ہیں۔ ہماری ہر قربانی کے لئے تاریخ میں ایک امام موجود ہے۔ ایک قربانی وہ ہے جو سیدنا خالد بن ولید رض نے یرموک میں دی۔ دوسری وہ جو حضرت حسن بن علی رض نے حضرت معاویہ کے مقابلہ میں امت کے انتشار کو ختم کرنے کے لئے دی۔ تیسری قربانی وہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے اسلامی مملکت اور معاشرہ کو اسلامی زندگی اور اسلامی سیرت کی راہ پر لگانے کے لئے اپنی زندگی کو بدل کر اور اپنے خاندان کے مفاد سے آنکھیں بند کر کے دی تھی۔

دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ فاروق اعظم رض کی عظمت کے سامنے، خدا اعتمادی و خود اعتمادی کے جوہر کے سامنے مورخ حیران ہو کے کھڑا ہو جاتا ہے کہ اس خدا کے بندے نے اس ملت کے لئے اور قیامت تک کے لئے ایک نظیر قائم کرنے کے لئے اتنا خطرناک قدم کہ جنگوں کی تاریخ میں اتنا خطرناک قدم نہیں اٹھایا کہ عین اس وقت جب سب سے بڑا فیصلہ کن معرکہ (یرموک کی جنگ) درپیش تھا۔ مدینہ سے ایک شخص آتا ہے اور حضرت خالد رض کی معزولی اور حضرت ابوعبیدہ رض کے تقرر کا پروانہ ہاتھ میں دیتا ہے اور لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ خالد رض اب کمانڈر انچیف نہیں رہے انہوں نے سر جھکا دیا اور سب سپاہیوں نے دیکھا کہ حضرت خالد رض معزول کر دئے گئے اور سیدنا خالد رض نے اس وقت کہا کہ میں اسی طرح لڑوں گا کیونکہ میں اللہ کے لئے لڑتا ہوں۔

ایک قربانی آپ کو یہ دینی ہے کہ ملت اسلامیہ کے مفاد کو اپنے مفاد، جماعت کے مفاد، برادریوں کے مفاد پر مقدم رکھیں جیسے حضرت حسن رض نے مقدم رکھا اور حضرت حسن رض نے جو فیصلہ تھا اس کی پیشگوئی زبان نبوت صلعم نے کی تھی:

"میرا یہ بیٹا سردار ہے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی قربانی بھی کسی قربانی سے کم نہیں ہے۔ وہ جب مدینہ کے گورنر تھے تو وہ اپنے اعلیٰ مذاق اور نفاست پسندی میں ضرب المثل تھے ان کا فیشن نوجوانوں میں نہ صرف قابل تقلید بلکہ منتہائے کمال سمجھا جاتا تھا ان کی چال ڈھال کی نقل کی جاتی تھی اور "المشیۃ العمریۃ" کے نام سے اس زمانے کی سوسائٹی میں زبان زدِ خلائق تھی بیش قیمت سے بیش قیمت کپڑا بازار سے آتا تو ان کی نظر میں نہ جچتا لیکن جب خلافت کا بار کاندھوں پر پڑا تو ان کی زندگی یکسر بدل گئی۔ انہوں نے اپنی اور اپنے قریب ترین اعزہ کی جاگیریں بیت المال کو واپس کر دیں۔ ایک مرتبہ سستے سے سستا کپڑا ان کی پوشاک کے لئے آیا تو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ قیمتی ہے ان کے خادم کی آنکھوں میں پرانا زمانہ یاد کر کے آنسو آ گئے۔ احتیاط کا یہ عالم کہ سرکاری شمع جل رہی ہے اور حکومت کا کام کر رہے ہیں کوئی گورنر آتا اس سے علاقہ کے مسلمانوں کے حالات دریافت کرتے جوں ہی وہ ان کے بچوں کی خیریت پوچھنے لگتے ہیں شمع گل کر دیتے ہیں اور ذاتی شمع منگواتے ہیں۔ یہ چند

مثالیں ہیں ورنہ ان کی خلافت کے بعد کی پوری زندگی اس عظیم قربانی کی ایک مثال ہے جو کوئی خدا ترس اور صاحب ضمیر و صاحب ایمان انسان کسی ملک و ملت کے لئے پیش کر سکتا ہے

ملت اسلامیہ کی تقدیر کا مسئلہ

یہ میری خوبی ہو یا میری آزمائش نعمت ہو یا امتحان، میں نہیں کہہ سکتا لیکن شاید اس مجمع میں (اس کے پورے احترام کے ساتھ) کوئی صاحب ایسے موجود نہ ہوں گے جن کو عالم اسلام کو اس طرح اور اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہو جتنا مجھے، کچھ تھوڑی سی بدقسمتی کچھ تھوڑی سی خوش قسمتی۔ بدقسمتی اس لئے کہ میں نے اس عالم اسلام کو جس طرح دیکھا وہ جگر پر داغ ہے۔ جگر پر زخم ڈالنے والا ہے خوش قسمتی اس لئے کہ مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اپنے جسم کے ان ٹکڑوں کو دیکھنے کا موقع۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ معاملہ اس وقت جماعتوں کا نہیں، معاملہ وقتی مصالح کا نہیں، معاملہ ملت اسلامی کی تقدیر کا ہے۔ ہو سکتا ہے عبادات محفوظ ہوں، معاملات میں بہت سی شکلیں محفوظ ہوں لیکن ملت دنیا کے سیاسی ترازو میں اپنا وزن نہیں ڈال سکتی۔ بیت المقدس کا مسئلہ ہو، فلسطین کا مسئلہ ہو، لبنان کا مسئلہ ہو یا قبرص کا مسئلہ ہو، ملت اسلامی اس بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ سلطنت عثمانیہ کے بعد عالم اسلام کا کوئی ملک اور ملت اسلامیہ کا کوئی کنبہ اس پوزیشن میں نہیں کہ عالم اسلامی کے کسی مسئلہ میں اپنا سیاسی وزن ڈال سکے۔ کچھ فیصل مرحوم نے تھوڑا سا وزن ڈالا تھا اور کچھ ہمت دکھائی تھی لیکن آخر:

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند[1]

اس وقت اتحاد سے زمانہ کے چیلنج کو قبول کریں۔ آپ کی ذرا سی نفسانیت، صوبائی عصبیت، انتشار اور اختلاف مسلمانان عالم کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ آج یا کل جب بھی موقع آئے آپ سے مفادات پر ملت کے مفاد کو مقدم رکھیں۔ آپ پورے عالم اسلام بلکہ دنیائے انسانیت کے لئے حق و انصاف اور عدل و انصاف کے لئے پشت پناہ بنیں اور آپ اس قابل ہوں کہ دنیا کے کسی گوشہ میں آپ کے اخلاقی اثر اور آپ کے احترام میں ظلم نہ ہونے پائے جیسا کہ ایک بڑھیا عورت پر ظلم ہوا تھا اور اس نے "وا معتصماہ!" کی صدا لگائی تھی اور عباسی خلیفہ معتصم اس کی داد رسی کو پہنچ گیا۔ آج بھی عالم اسلام کا کوئی ملک اس قابل ہو کہ کوئی مظلوم "وا معتصماہ" کہہ سکے کوئی معتصم[2] اس دنیا میں اس صدی میں پیدا ہونا چاہئے۔

عالم اسلام آج عبوری دور سے گذر رہا ہے اور عبوری دور بڑا نازک اور دشوار ہوتا ہے اسلامی ممالک کی قیادتیں اور اسلامی ممالک کے دل و دماغ کوئی لمحہ ضائع کر دیں یا کسی انفرادی یا وقتی مسئلہ میں الجھ جائیں تو زندگی کا قافلہ رعایت نہیں کرے گا۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے

زمانہ کسی کشتی کے ڈوبنے کی پروا نہیں کرتا زمانے کا سیلاب صرف سیلاب سے تھمتا ہے۔

ابھی جسٹس افضل چیمہ صاحب نے اسپین یعنی اندلس مرحوم کے ذکر سے میرے داغ کہن تازہ کر دئے اور میرے دل کو خاص طور سے تڑپا دیا۔ جب اندلس گیا تو معلوم ہو رہا تھا کہ فضائیں مجھ سے لپٹ رہی ہیں اور یہاں کی روحیں مجھ سے معانقہ کر رہی ہیں۔ اندلس کا ذرہ ذرہ مجھ سے کچھ کہہ رہا تھا کہ دیکھو! عالم اسلام کا کوئی دوسرا ملک اس المیہ سے دوچار نہ ہونے پائے یہ بات تمہارے ذمہ امانت ہے اور اندلس کے ہر ذرہ کا پیغام

---

[1] کہ عالم اسلام کے اتحاد کی مجلس کا روح رواں فیصل مرحوم (ساقی) ہی چلا گیا تو مجلس بھی گئی۔

[2] محمد بن قاسم اور خلیفہ معتصم تو بہن کی پکار پر داد رسی کو پہنچے آج مسلمانوں کے کئی ملک ظلم کا شکار لیکن آہ! کوئی ان کی داد رسی کو پہنچنے والا محمد بن قاسم یا معتصم موجود نہیں۔

ہے اور یہ پیغام عالم اسلام کے ہر ملک میں پہنچا دو کہ کوئی دوسرا ملک اسپین نہ بنے میں یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوئے تکلیف محسوس کرتا ہوں لیکن یہ ایک پیام ہے میرا فرض ہے کہ میں اس کو ہر اسلامی ملک میں دہراؤں۔

عالم اسلام اس وقت عبوری مرحلہ سے گذر رہا ہے پورا سامراجی ڈھانچہ توڑا جا رہا ہے اور نیا ڈھانچہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ دور جہاں ایمان و عقیدہ کی طاقت چاہتا ہے وہاں بڑے عمیق مطالعہ کا بھی طالب ہے۔ یہ جس طرح ہمارے عقیدے کا امتحان ہے اسی طرح بھی ذہانت کا بھی امتحان ہے کہ ایک نیا معاشرہ کا ڈھانچہ اسلام کی تعلیم مطابق بنانا، اس کے منافی عناصر کا اخراج۔

اس وقت اسلام ایک عقیدہ کی حیثیت سے موجود ہے لیکن اس کو اس کے تمدن سے محروم کر دیا گیا ہے یہ مغرب کی بہت بڑی سازش ہے صلیبی جنگ سے لے کر اسپین سے مسلمانوں کی نسل کشی اور کلی اخراج سے انہوں نے سیکھا کہ ان کو عقیدہ سے ہٹانا ممکن نہیں تمدن سے ہٹانا آسان ہے تو یورپ اس میں کامیاب رہا۔ خدا کے فضل سے اسلامی عقائد میں تحریف واقع نہیں ہوئی جیسی کہ عیسائیت میں واقع ہوئی کہ وہ حضرت مسیح کی دی ہوئی پٹڑی سے ہٹ کر سینٹ پال کی پٹڑی پر پڑ گئی اور صراط مستقیم سے ہٹ کر تثلیث اور رومی تمدن کی پٹڑی پر پڑ گئی۔ عالم اسلام میں الحمدللہ تحریف یا انحراف پیش نہیں آ سکتا اور قرآن کی زبان میں (یہ ذکر یعنی قرآن ہم نے اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) خدا نے اس دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے

میرا تعلق فطری طور پر خاندانی طور پر اور علمی طور پر اس مکتب فکر اور اس گروہ سے ہے جو خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات پر وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کو ہمیشہ ترجیح دیتا رہا میری مراد سید احمد شہیدؒ اور ان کے عالی ہمت رفقاء سے ہے جنہوں نے احیائے خلافت اسلامیہ کی کوشش کی میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو اقتدار کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو حریت کی فضا کی ضرورت ہے۔ اور خدا کا یہ فرمان جس طرح نزول کے وقت صحیح تھا آج بھی صحیح ہے اور قیامت تک صحیح ہوگا۔

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔" (الحج)

امر و نہی درخواست کے معنی میں نہیں ہے۔ امر و نہی حکم دینا اور روکنا اس کے لئے آدمی کے اندر قوت چاہئے۔ ایسا مقام ایسا بلندی ایسا اعتماد چاہئے اور اس کی وقعت ہو دلوں میں کہ وہ امر کر سکے اور نہی کر سکے اس کا مطلب ہے اسلام کو قوت کی ضرورت ہے اقتدار کی ضرورت ہے کہ ہمیشہ وہ یہی نہ کہے کہ "ایسا کر لیا جاتا تو اچھا تھا۔" "ہماری درخواست ہے اور ہم آپ کو ترغیب دیتے ہیں۔" "ہم تبلیغ کرتے ہیں" اپنی جگہ پر یہ سلسلہ جاری رہے گا لیکن قرآن جو معیار و میزان ہے اس میں الفاظ امر و نہی کے ہیں جن میں مسلمانوں کو وہ طاقت حاصل کرنی چاہئے کہ جس کے مقام پر فائز ہو کر وہ حکم دے سکیں اور روک سکیں کیونکہ نسل انسانی کی پوری اصلاح مکمل اصلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

لیکن نفاذ اسلام کا عمل معاشرہ سے شروع ہوگا کامیابی کا انحصار اسی پر ہے ہمارے دین کے داعیوں، مصنفین نے، صحافت نے، ہمارے ٹیلیویژن نے، ریڈیو نے، ذرائع ابلاغ کے جتنے ذرائع ہیں انہیں اس کوشش کی مہم چلانی چاہئے کہ معاشرہ کے اندر کے احساسات بدلیں کہ اس میں نیکی، خدا ترسی سنجیدگی متانت صبر و تحمل پیدا ہو، نفس کی ترغیبات، مالی ترغیبات یا اخلاقی امتحانات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو پھر اس معاشرہ پر بڑے سے بڑا بوجھ ڈالا جا سکتا ہے وہ خلافت اسلامی کا بوجھ بھی اٹھا سکتا ہے۔ اور خلافت

کا خواب حقیقت بن سکتا ہے۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں جن کے بارے قرآن میں آیا ہے۔

"جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔ (سورۃ نور)

آج دنیا کی ساری طاقتیں اَن تشیع الفاحشۃ پر لگی ہوئی ہیں آج ہماری اور تخریبی طاقتوں کی مثال یہ ہے کہ عالم اسلام کی تعمیری کوششیں اس کچھوے کی طرح ہیں جو سست رفتار بھی ہے اور سو بھی رہا ہے اور تخریبی طاقتیں خرگوش کی تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم ہیں گویا جو کہانی بچپن میں پڑھی تھی اس کے بالکل الٹ مثال ہے۔

یہ ملک جس بلند مقام اور بلند نسبت پر قائم ہوا اللہ تعالےٰ نے اسی نسبت کا لحاظ فرمایا اور اس کی عنایت و رحمت ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں خدا کی طرف سے یہ بات آئی کہ اسلام کا نفاذ ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے معاشرہ میں صلاحیت ہونی چاہیئے کہ وہ اس نظام کو قبول کر سکے۔ جیسے کمزور معدہ میں لطیف ترین غذا بھی ڈال دیں تو وہ اس کو قبول نہیں کرے گا اس کا فائدہ نہ ہوگا۔

اس لئے اصلاح معاشرہ کا کام وسیع پیمانے پر ہونا چاہیئے۔ مسجدوں کے منبروں سے، درسگاہوں سے، اخبار کے کالموں سے، ٹیلیویژن، ریڈیو سے اور سیاسی مقررین کی تقریروں میں بھی اسے نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے۔

اسپین سے مسلمانوں کے اخراج کا سب سے بڑا سبب معلوم ہوا کہ جہاں ان میں اور بہت سی غلطیاں ہوئیں وہیں ان میں اشاعت اسلام کی کوشش نہیں کی وہ شمال کی طرف نہیں بڑھے بلکہ جنوب کی طرف ہٹتے گئے انہوں نے عیسائی آبادی کو اپنے سے مانوس نہیں کیا اسلام کا پیغام نہیں پہنچایا۔ وہ فنِ تعمیر فنونِ لطیفہ، شاعری، موسیقی اور سب سے بڑی بدقسمتی ان کا باہمی انتشار تھا۔ اس وقت دنیا میں دو ہی محاذ ہیں الحاد و کفر کا اور ایک محاذ ہے اسلام کا۔ اس لئے ان کی وحدت و اخوت میں ذرا بھی رخنہ پڑا تو بقول قرآن یہی نہیں کہ تم فنا ہو جاؤ گے بلکہ دنیا میں فتنہ عظیم برپا ہوگا۔ اس لئے آپ اسلام کے نفاذ کو ہر چیز پر مقدم رکھیں جب ایسا اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے گا تو دنیا بھر سے مبصر آئیں گے تاکہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ساری دنیا میں بیان کر سکیں کہ ہم نے ایسا معاشرہ دیکھا ہے جہاں گناہ ناپید ہے جہاں ہر فرد ایک دوسرے کا ہمدرد ہے۔ جہاں قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے روح کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

اس وقت علماء اور تعلیمیافتہ طبقہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ ذمہ داری ہر زمانہ میں زیادہ رہی ہے لیکن اس زمانے میں وہ خاص طور پر بہت عظیم بن گئی ہے۔ کہ وہ صحیح رہنمائی کریں اور تحریک دعوت اور جدوجہد کو سطحیت سے بچائیں۔

خلافت بنی امیہ و خلافتِ بنی عباس کی پشت پر اگر علماء و مجتہد نہ ہوتے تو اسلام بہ حیثیت نظامِ حیات کے ایک مرتب و مدون قانون کی شکل میں موجود نہ ہوتا۔

تاریخ میں ان لوگوں کی خدمات کو سراہا جاتا ہے جو ملک فتح کرتے ہیں ہمارے قائدین طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، عقبہ بن نافع، موسیٰ بن نصیر، حضرات کی خدمات روز روشن کی طرح ہیں لیکن جو لوگ مفتوحہ ممالک میں نئے حالات و مشکلات کے مطابق اللہ کے قانون کو رائج کرتے ہیں ان کی خدمات کو بہت کم لوگ جانتے ہیں اگر ان کا دماغ اس تلوار کے پیچھے نہ ہوتا تو یہ سب فتوحات اور سلطنتیں کھوکھلی ہوتیں۔ (باقی آئندہ)

قرآن کا خلاصہ

اللہ تعالےٰ کو عبادت سے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے، اور مخلوق کو خدمت سے راضی کرنا۔

(حضرت لاہوری رح)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

ماہنامہ تبصرہ

مدیر : مولانا حبیب الرحمٰن اشرف

مقامِ اشاعت : ادارہ انوار مدینہ کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

پُرعزم، باہمت، متحرک اور فاضل نوجوان مولانا حبیب الرحمٰن اشرف نے رسالہ مذکورہ کی ادارت کی از سرِ نو ذمہ داریاں سنبھالی ہیں مزید برآں عارف باللہ، عالم باعمل حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی اور نگرانی میسّر ہونے کی وجہ سے اس کی قدر و قیمت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

پہلا شمارہ ہمارے سامنے ہے۔ خوبصورت کتابت، آفسٹ کاغذ اور معیاری، ٹھوس اور مدلّل مضامین پر مشتمل یہ شمارہ ہر لحاظ سے قابل تحسین اور قابلِ مطالعہ ہے۔ حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلّہ کا ایک نہایت قیمتی مضمون علمارِ دیوبند کا اجمالی تعارف اور نعت مقبول بعنوان "یا رسول اللہ ؐ" پلکوں سے چومنے کے قابل ہے۔ امید ہے ماہنامہ تبصرہ مستقبل قریب میں ملک کے معیاری، مذہبی ماہناموں میں شمار ہونے لگے گا۔ کارپردازانِ تبصرہ سے اتنی گذارش ہے کہ وہ حضرت تھانویؒ کی نصیحت کو ہرگز نہ بھولیں۔ "اپنا عقیدہ چھوڑو نہ اور کسی کے عقیدے کو چھیڑو نہ" کوشش کرنی چاہیئے کہ اس شمارے کے ذریعے مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ کشیدگی کو کم سے کم کیا جائے۔ قارئین کرام سے بھی گذارش ہے کہ وہ ماہنامہ تبصرہ سے مکمل تعاون کرتے ہوئے اس کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں تاکہ دین حقہ کی آواز ہر جگہ پہنچ سکے۔

نام کتاب : عثمان ذوالنورین رضؓ

مصنف : مولانا سعید احمد اکبر آبادی

قیمت : ۳۳/- روپے

الفیصل اکیڈمی فیصل آباد

ملنے کا پتہ : سُنّی پبلی کیشنز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور ۲

خلیفۂ راشد، ذوالنورین، جامع القرآن اور امام مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضؓ کی شخصیت اسلامی دنیا ہی میں نہیں غیر مسلم دنیا میں بھی مسلّم و معروف ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دُہرے داماد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو دنیا ہی میں جنّت کی بشارت" تمام خطاؤں کی معافی کی نوید اسی دنیا میں سنا کر ممتاز مقام عطا فرما دیا گیا۔ آپ کی سیرت مبارکہ پر بے شمار کتب مختلف زبانوں میں تحریر کی جا چکی ہیں اردو زبان کا دامن بھی اس سعادت سے خالی نہیں۔ امام اہل سنتہ سید نور الحسن شاہ رحؒ کی سیرت عثمان رضؓ کے علاوہ ابوالقاسم دلاوری کی کتاب بھی عوام و خواص سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہے۔ لیکن تحقیقی انداز میں ایک کتاب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جس میں آپ کی سیرت و کردار کے صحیح واقعات کے ساتھ ساتھ آپ کے دورِ خلافت، فتوحات، اصلاحات اور شہادت کے واقعات کو بھی علمی اور تحقیقی انداز سے پیش کیا گیا ہو۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی،

(باقی ۱۸ پر)

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔
حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور

آواز کا پھٹ جانا

س (ا) دو ماہ سے میری آواز پھٹ گئی ہے باوجود کوشش کے درست نہیں ہو رہی۔ دوران تلاوت آواز پھٹ جاتی ہے۔ کوئی علاج بتائیے!

(ب) میرے بال سفید ہو رہے ہیں بال سیاہ کرنے کا نسخہ بتائیے!

قاری سید مصباح الرحمٰن اصلاحی
ککی نو۔ جھنگ

ج (ا) صمغ عربی، نشاستہ کتیرا۔ ہر ایک تین ماشہ۔ مغز بہیدانہ مغز تخم خیارین، مغز تخم کدو، ہر ایک دو ماشہ۔ خشخاس سفید، مغز بادام مقشر، رب السوس، ہر ایک چار ماشے، کوزہ مصری سات ماشے۔ سب دوائیں باریک پیس کر لعاب اسپغول سے بیر کے برابر گولیاں بنا لیں۔ دن میں چار پانچ مرتبہ یہ گولی منہ میں رکھ کر چوستے رہیں۔ علاوہ ازیں دن میں ایک مرتبہ کباب چینی ۲ ماشے چبائیں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

(ب) بالوں کی سفیدی کے بے شمار نسخے خدام الدین میں شائع ہو چکے ہیں کسی گزشتہ شمارہ میں تلاش کر کے استعمال کریں۔

قبض

س: میں نے قبض رفع کرنے کے لئے آپ کے املی آلو بخارے والے نسخے پر ڈیڑھ مہینہ عمل کیا کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ براہ کرم اب کوئی اور مؤثر علاج بتائیں۔ کئی سیر پی چکی ہوں۔ جوارش کمونی کھا چکی ہوں۔ قبض کی گولیاں بھی کھائی ہیں۔ کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

(نبیلہ رفیع۔ ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۴)

ج: رات سوتے وقت گلقند ۵ تولہ، باؤلا دودھ میں ملا کر کھائیں۔ رات کو ہلیلہ کابلی ایک عدد کا چھلکا پانی میں بھگو دیں صبح یہ چھلکا کھا لیں اور پانی پی لیں۔ دو ہفتے یہ علاج جاری رکھیں اور نتیجے سے آگاہ فرمائیں۔

بلغم

س۔ آپ کے طبی مشورے باقاعدگی سے پڑھتی ہوں جن سے کافی فائدہ ہوتا ہے۔ مجھے بارہ تیرہ برس کی عمر سے بلغم ہے۔ اس وقت میری عمر ۱۹ سال ہے بہت علاج کرایا ہے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ بلغم کی وجہ سے میری ناک عموماً بند رہتی ہے۔ بعض اوقات سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے کوئی ایسا آسان اور قابل استعمال نسخہ بتائیں جس سے یہ تکلیف دور ہو سکے۔ کبھی کبھی قبض بھی ہو جاتا ہے جس کے سبب سینے میں جلن ہوتی ہے۔

(فوزیہ رفیع، ٹاؤن شپ۔ لاہور)

ج: مویز منقیٰ گیارہ دانہ، بادیان نیم کوفتہ سات ماشے، اصل السوس مقشر دس ماشے، پرسیاؤشاں ڈیڑھ تولہ، شکاعی نیم کوفتہ سات ماشے، انجیر زرد ۵ دانہ، گل سرخ دس ماشے۔ سب دوائیں تین پاؤ پانی میں رات کو بھگو دیں۔ صبح آگ پر رکھ کر جوش دیں۔ پاؤ بھر پانی

(باقی ۱۵ پر)

بچوں کا صفحہ

اسعد قادری

انسان کی آخری آرامگاہ

بظاہر ایک مٹی کا ڈھیر لیکن عبرت کا مقام

عزیز بچو! تمہیں کبھی نہ کبھی قبرستان میں سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہو گا کہ وہاں چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر نظر آ رہے ہیں یہ مٹی کے ڈھیر نہیں ہیں بلکہ ہمارے جیسے انسانوں کی آخری آرامگاہیں ہیں۔ جو ہم سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں یہ آرامگاہیں ساری کی ساری بظاہر مٹی کے ڈھیر نظر آتے ہیں لیکن اندر سے ان کا حال ایک جیسا نہیں ہے۔ جس طرح گوشت اور پوست تو سب آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے لیکن ان گوشت اور پوست کے ڈھانچوں میں کتنے غمگین ہوتے ہیں اور کتنے فرحاں اور شاداں کئی بیمار اور کئی تندرست اسی طرح یہ قبریں بظاہر مٹی کے ڈھیر دکھائی دیتے ہیں لیکن اندر حسرت ہی حسرت اور عذاب۔ کوئی جنّت کا باغ ہوتی ہے اور کوئی جہنّم کا گڑھا۔ اوپر پتھروں پر طرح طرح کی گلکاریاں مگر اندر بلائیں اور آگ کے شعلے، قبروں پر بظاہر کیسا سکون معلوم ہوتا ہے لیکن ان کے اندر بڑے بڑے فتنے ہیں۔

ثابت بنانی ایک دفعہ کسی قبرستان میں سے گزر رہے تھے کہ پیچھے سے ایک آواز آئی۔ اے ثابت! قبروں کے ظاہری سکون کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آ جانا کیونکہ ان کے اندر بہت لوگ مغموم اور رنجیدہ ہیں۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو کسی کہنے والے کو نہ پایا۔

قبر ایسی نصیحت کرتی ہے کہ کسی واعظ کے وعظ کی ضرورت نہیں رہتی۔

قبر ہر اس کے پاس سے گزرنے والے کو پکار پکار کر کہتی ہے کہ اے زمین پر اکڑ کر چلنے والو اپنے زمانے کے لوگوں کو یاد رکھو جو گزر چکے ہیں اور ان کی شکل و شباہت کا خیال کرو کہ دنیا میں کس شان و شوکت سے رہتے تھے۔ اب سوچ کہ قبر میں ان کی کیا صورت ہو گی۔ ان کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو کر گل گئے ہوں گے، گوشت، آنکھ اور زبان میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ بس اپنی ہی فکر کر کہ تو بھی انہیں جیسا ہے اور تیری غفلت بھی انہی جیسی ہے۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرے یاد رکھ! ایک نہ ایک دن جلدی یا بدیر تیرا نام بھی زندوں کی فہرست سے نکال کر مُردوں کی فہرست میں درج کر دیا جائے گا۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی پونجی لے کر اس منزل میں داخل ہوتے ہیں۔ جو بداعمال کا ذخیرہ جمع کر کے لے جاتے ہیں ان کے لئے قبر جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔

قبر دنیا کی کھیتی کا کھلیان ہے اور مقام عبرت ہے۔

اے انسان! بیدار ہو جا پیشتر اس کے کہ موت کے بعد تجھے بیدار کیا جائے۔

زندگی — زندگی
بے بندگی
شرمندگی — شرمندگی